حضور احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ
کی
شعری جہتیں اور فنی محاسن
ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی
نعت اکیڈمی

حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کی شعری جہتیں اور فنّی محاسن

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کی شعری جہتیں اور فنی محاسن

حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفی حیدر حسن قادری برکاتی قدس سرہٗ (ولادت: ۱۰؍ شعبان المعظم / ۱۳؍ فروری ۱۹۲۷ء — وفات: ۱۵؍ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ / ۱۱؍ ستمبر ۱۹۹۵ء) مارہرہ مطہرہ کی اُس عظیم الشان خانقاہ کے سجادہ نشین گذرے ہیں جو علم و فضل، زہد و تقویٰ، شعر و ادب، استقامت و کرامت اور سیادت و نجابت میں اپنا ایک نمایاں اور منفرد مقام رکھتی ہے۔ خانوادۂ برکات مارہرہ مطہرہ کے اکابر میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ ہر دور اور ہر عہد میں ادبا و شعرا ہوئے ہیں جنھوں نے مختلف علوم و فنون اور شعر و ادب کے حوالے سے عربی، فارسی، برج، اودھی، ہندی اور اردو میں گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے۔ یہ سرمایہ پچھلے پانچ سو برسوں پر محیط ہے۔ اگر ''نہج البلاغہ'' کو ملا لیا جائے تو پچھلے چودہ سو برسوں پر —

حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کا خاندانِ ذی شان مخدوم سیدنا میر سید محمد المعروف دعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ (وفات: ۶۴۵ھ) کے ذریعے عراق کے شہر واسط سے ہندوستان وارد ہوا اور بلگرام میں سکونت پذیر ہوا۔ حضور میر سید عبدالجلیل بلگرامی ثم مارہروی (ولادت: ۹۷۲ھ / وفات: ۱۰۵۷ھ) بلگرام سے مارہرہ منتقل ہوئے۔ مارہرہ کے عظیم الشان بزرگ حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی پیمی مارہروی (ولادت: ۱۰۷۰ھ / وفات: ۱۱۴۲ھ) کے وجودِ مسعود سے اس خاندان کو اکنافِ عالم میں وہ شہرت ملی کہ آج یہ خاندان ''خانوادۂ برکات'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس خاندانِ عالی شان میں پرورش پانے والے حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کی شعری جہتوں اور فنی محاسن پر روشنی ڈالنے سے قبل ان کے شعری پس منظر اور پیش منظر کو سمجھنے کے لیے خانوادۂ برکات کے چند بزرگوں کا ضمناً تذکرۂ خیر ضروری محسوس کرتا ہوں۔

اس خانوادۂ گرامی وقار میں علمی جلالت اور تصنیفی کثرت کے لحاظ سے حضرت میر

حضور احسن العلماء کی شعری جہتیں اور فنّی محاسن

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

سید عبدالواحد بلگرامی (ولادت: ۹۱۵ء/ وفات: ۱۰۱۷ء) جہاں نثری میدان کے شہسوار تھے وہیں بلند پایہ شاعر بھی تھے، شاہدؔی تخلص فرماتے اور بہترین عارفانہ کلام کہتے۔

عہد عالمگیری میں جب کہ اردو کا تشکیلی دور شروع تھا حضور احسن العلماء کے اجداد میں سے حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقیؔ پیمی مارہروی کی شعری و نثری خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے شناور، ادیب، مصنف، محقق، شاعر اور صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ ادب اور شاعری میں مثیل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، برج، اودھی، ہندوی اور سنسکرت پر آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ آپ کی شاعری کے بارے میں ''مقدمۂ تاریخ اردو زبان'' میں پروفیسر ڈاکٹر مسعود حسین راقم ہیں:

''عہدِ عالمگیر کے مشہور مصنف سید شاہ برکت اللہ پیمؔی مارہروی کو ہندی، فارسی اور عربی پر کامل عبور تھا، تصوف و معرفت سے لبریز، انسانیت کے پیغام کو انھوں نے اپنے دوہوں اور کبتوں کے ذریعے پہنچایا۔'' (مقدمۂ تاریخ اردو زبان: ص ۱۶۹)

حضور سید شاہ برکت اللہ مارہروی نے عربی میں ''عشقیؔ'' اور ہندی میں ''پیمؔی'' تخلص اختیار کیا۔ ''پیم پرکاش'' کے نام سے آپ کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ ذیل میں آپ کے دوہے نشانِ خاطر فرمائیں:

ابی بکر و عمر پن ، عثمان علی بکھان — ست ، نیتی اور لاج اتی بدیا بوجھ سجان
مورکھ لوگ نہ بوجھی ہیں دھرم کرم کی چھین — ایک تو چاہیں ادھک کے ایک تو دیکھیں ہین

آپ کے قلمِ گل رنگ سے نکلا ایک شاہ کار عربی سلام:

یا شفیع الوریٰ سلام علیک — یا نبی الھدیٰ سلام علیک

تو شہرت و مقبولیت کے اوجِ ثریا تک پہنچا ہوا اور زبان زدِ خاص و عام ہے۔

پیم پرکاش کے علاوہ ''دیوانِ عشقی'' اور ''مثنوی ریاض العاشقین'' بھی حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کے شعری اثاثے ہیں۔ آپ کے علاوہ حضور سید شاہ حمزہ مارہروی قدس

سرہٗ (ولادت: ۱۱۳۱ھ/ وفات: ۱۱۹۸ھ) بھی اعلیٰ شعری ذوق رکھتے تھے، عینیؔ تخلص اختیار کیا:

غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے — قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

آپ کا یہ قصیدۂ غوثیہ زباں زدِ خاص و عام ہے۔ آپ برجستہ اشعار کہنے میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی شاعری میں تخیل کی بلندی، برجستگی، پختگی، روانی اور سلاست پائی جاتی ہے۔

اسی طرح قطب مارہرہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں (ولادت: ۱۲۵۵ھ/ وفات: ۱۳۲۴ھ) بھی بلند پایہ شاعر تھے، نوریؔ اور نورؔ تخلص تھا۔ ''تخییلِ نوری'' آپ کے عربی، فارسی اور اردو کلام کا دل کش مجموعہ ہے۔ جس میں جذبے کی صداقت اور شاعرانہ عظمت کا نظارا ہوتا ہے:

پھول مہکے، رنگ چمکے داغہائے عشق سے — بڑھ گئی جنت سے بھی کچھ اپنے مدفن کی بہار
پھر کہا دل نے چلو کوہ و بیاباں کی طرف — ہاتھ بڑھنے لگے پھر جیب و گریباں کی طرف

حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہٗ (ولادت: ۱۳۰۲ھ/ وفات: ۱۳۳۰ھ) بھی حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ شعر و سخن میں خاصہ درک رکھتے تھے۔ ''عقائد نامہ منظومہ'' آپ کے اعلیٰ شعری اظہار کا دل کش نمونہ ہے۔ اس منظومہ کے سارے اشعار سلاست اور سادگی سے مملو ہیں:

ہمارے ممدوح حضور احسن العلماء کے ماموں تاج العلماء سید محمد میاں قادری قدس سرہٗ (ولادت: ۱۳۰۹ھ/ وفات: ۱۳۷۵ھ) خاندانِ برکات کی اس عظیم علمی شخصیت کا نام ہے جن کی زنبیلِ حیات میں بکثرت علمی نگینے جگمگا رہے ہیں۔ آپ کا اشہبِ قلم نثر و نظم دونوں ہی میدانوں میں سرپٹ دوڑتا تھا۔ آپ کا شعری ذوق بڑا اعلیٰ تھا۔ آپ نے فقیرؔ تخلص اختیار فرمایا۔ ''شوکتِ اسلام'' آپ کے زرنگار قلم سے نکلی ہوئی مسدس کے فارم میں لکھی گئی اردو کی ایک بہترین نظم ہے۔ سلاست و روانی اور سادگی و صفائی کے ساتھ معانی و مفاہیم کی ترسیل اس نظم کے بنیادی عناصر ہیں۔ مختلف کتب میں آپ کے قلم سے نکلی ہوئی منظومات ہمیں ملتی ہیں۔ جن میں آپ کا انداز اور لب و لہجہ انتہائی نکھرا اور ستھرا ہوا ہے۔ سادگی و پُرکاری، محاکات اور پیکریت کا بانکپن آپ کی شاعری میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔

حضور احسن العلماء کی شعری جہتیں اور فنی محاسن

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

حضور احسن العلماء کی شعری جہتیں اور فنّی محاسن

اس موقع پر خاندانِ برکات کی مشہور شخصیت احسنؔ مارہروی (ولادت: ۱۸۷۶ھ/ وفات: ۱۹۴۰ء) کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں ۔ آپ داغؔ دہلوی کے چہیتے شاگرد تھے ۔غزلیہ اور بہاریہ شاعری میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔ اسی طرح اسی خاندانِ عالی شان کے ایک اور بزرگ حضرت سید شاہ عالم عرف صاحبِ عالم مارہروی (ولادت: ۱۲۱۱ھ/ وفات: ۱۲۸۸ھ) وہ علمی شخصیت گذری ہیں جنھیں مرزا غالب اپنے خطوط میں ''مرشد'' کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔ نیز حضور احسن العلماء کے والد ماجد حضرت سید بشیر حیدر آلِ عبا زیدی قادری مارہروی (ولادت: ۱۸۹۲ء/ وفات: ۱۹۸۶ء) اردو زبان کے منفرد انشا پرداز اور صاحبِ اسلوب ادیب تھے ۔ جنھیں اردو دنیا میں ''آوارہ مارہروی'' کے نام سے جانا جاتا ہے ۔ آپ کی اعلیٰ لسانی ، ادبی اور تنقیدی صلاحیتوں کے اعتراف کے لیے یہ روایت کافی ہے کہ رشید احمد صدیقی ، پطرس بخاری ، عبدالماجد دریا آبادی اور پرنسپل محمود بیگ جیسے ماہرینِ فن ادیب اور نقاد آپ سے علمی روابط کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار تصور کرتے تھے ، بہ قول سید محمد اشرف مارہروی:

''ان کی کتابوں پر دیباچے لکھنا ان کے وقت کے مؤقر ادیب جیسے عبدالماجد دریا آبادی ، رشید احمد صدیقی ، پرنسپل محمود بیگ وغیرہ اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے ۔''

حضور احسن العلماء کے خاندان کے دیگر بزرگوں اور والد گرامی کی طرح ان کے برادرِ معظم سید العلماء سید شاہ آل مصطفی سید میاں مارہروی (ولادت: ۱۳۳۳ھ/ وفات: ۱۳۹۴ھ) بھی اپنے وقت کے محدث، مفسر، مفتی، خطیب، ادیب، حکیم، مدبر اور نغز گو شاعر کے ساتھ ساتھ عابدِ شب زندہ دار تھے۔ آپ کے کلام میں زبان و بیان کی سلاست، فکر و نظر کی جولانی، اسلوب کا اچھوتا بانکپن صاف جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ آپ کے کئی اشعار آج ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں:

کسی کی جے وِجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یارسول اللہ ﷺ

تیرے پایے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ — ہم زمیں والوں پہ اللہ کا سایہ خواجہ
یاالٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد — حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے

حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کے اجداد کے شعری و ادبی سفر نامے کے اس اجمالی جائزے سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور احسن العلماء کو شاعری وِرثے میں ملی ۔ یہاں اس امر کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ہر سال عرس نوری کے موقع پر ایک شان دار تاریخی مشاعرہ بھی زمانہ قدیم سے منعقد ہوتا آرہا ہے ۔ جہاں بزرگوں کی علمی وراثت نے احسن العلماء کی فکر و نظر کو شعر گوئی کی طرف مائل کیا وہیں اس قدیم مشاعرے نے آپ کے ذوقِ شعری کو مزید جلا بخشی ۔

حضور احسن العلماء کی شعری جہتیں اور فنی محاسن اپنے آپ میں منفرد و یگانہ ، جدت و ندرت ، سلاست و روانی ، سادگی و صفائی اور صداقت و سچائی کے آئینہ دار ہیں ۔ احسن العلماء ایک ایسے مومنِ کامل اور مرشدِ اعظم کا نام ہے جن کی فکری طہارت و پاکیزگی نے نہ جانے کتنوں کا تزکیۂ نفس کیا ۔ آپ شاعر سے پہلے ایک سچے اور پکے مومن ہیں لہٰذا آپ کی شعری جہتوں کی تفہیم کے لیے اس بات کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہوجاتا ہے کہ آپ کا شعری اظہار تقدیسی رویوں کا حامل ہوگا ۔ آپ دیگر شاعروں کی طرح شعری و فنی عناصر کی تلاش میں نہیں رہتے اور نہ ہی آپ کی شعری جہتیں اس جانب گامزن ہوتی دکھائی دیتی ہیں ۔ آپ کے یہاں تو خلوص و للّٰہیت ہے ۔ طہارت و پاکیزگی ہے ۔ سادگی و صفائی ہے ۔ آپ کا فکر و فن ، جذبہ و تخیل ، کردار و عمل اور عشق و محبت ایک ہی کریم ذات کی طرف منعطف ہوتے ہیں جو ساری کائنات کا مرکزِ عقیدت اور محورِ محبت ہے ۔ احسن العلماء اپنے جد کریم مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت میں سرشار ہو کر اپنے شعری اظہار کو بروے کار لاتے ہیں ۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور احسن العلماء کی والہانہ وارفتگی اور شیفتگی ان کے ایک ایک لمحے سے عیاں ہوتی تھی ۔ جب فکر و نظر خامہ بکف ہوتے تو محبت و الفت میں یوں نغمہ سنجی ہوتی ہے :

ڈاکٹر محمد حُسین مشاہد رضوی

محمد شرحِ آیاتِ الٰہی / کتابِ رطب و یابس کا بیاں ہیں
ہر اک دل میں بسی ہے انکی خوشبو / گلستانوں کی یہ روحِ رواں ہیں
ہے پیدایش انھیں کی اصلِ عالم / یہی بے شک بنائے این و آں ہیں
خدا نے عرش پر جن کو بلایا / یہی تو وہ معزز میہماں ہیں
عطاؤں قدرتوں پر ان کی شاہد / احادیث اور قرآں کے بیاں ہیں
محبت ان کی ہے ایمانِ مومن / بس ایمان کی بھی یہ ہی جاں ہیں

ہر خوش عقیدہ مسلمان کا یہ ایمانی عقیدہ ہے کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ کی عطا سے عالمِ ماکان وما یکون ہیں، کائنات کی تخلیق سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کا سارا علم اللہ رب العزت نے اپنے محبوبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اس اسلامی عقیدے کی ترجمانی احسن العلماء کی پاکیزہ فکر کیا خوب صورت انداز میں کرتی ہے:

خدا کی دین ہے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے / کہ اسکے فضل سے تم عالمِ ہر خشک و ہر تر ہو

حضور احسن العلماء کی شعری جہتیں عقیدے و عقیدت سے عبارت ہیں جو اہل سنت و جماعت کی شہرۂ آفاق خوش عقیدگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ آپ کا اشہبِ قلم نعت کے میدان میں صنفِ نعت کے تمام تر تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ آپ نہ صرف عارفِ نعت ہیں بلکہ عارف صاحبِ نعت بھی ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ آپ صاحبِ نعت کے چمنستانِ رنگیں کے ایک بلبلِ شیریں نوا ہیں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور قیامت کے روز امتیوں کی دستگیری کا منظر پیش کرتے ہوئے آقا کریم شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی تمنا کا یہ انداز بڑا والہانہ، پُر اثر اور پُر درد بھی ہے:

قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا / خدا کے فضل سے جب تم شفیعِ روزِ محشر ہو

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معروضہ پیش کرنے کے ساتھ اللہ رب العزت جل

جلالہٗ سے گرمیِ حشر میں دامنِ محبوب کے سایۂ عاطفت کی طلب کا انداز بھی بڑا خوب ہے:

خدایا گرمیِ محشر سے تو ہم کو بچا لینا / ہمارے سر پہ اس دن دامنِ محبوبِ داور ہو

ساقیِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم سے جامِ کوثر کی آرزو ہر صاحبِ ایمان کی خواہش ہے:

زبانیں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقے میں عطا اک جامِ کوثر ہو

اور جب جامِ کوثر صاحبِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے مل جائے تو منظر کیسا دیدنی ہوگا سبحان اللہ:

ترے ہاتھوں سے پی کر خوب جھومیں تیرے مستانے
بروزِ حشر جس دم دورۂ کیزانِ کوثر ہو

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی خواہش اور پھر اس فلک مآب بارگاہِ عزت نشان میں اظہارِ مدعا کا والہانہ پن حضور احسن العلماء کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشقِ صادق کا مظہر ہے:

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے وہ سب کچھ میرے لب پر ہو
تمہارے در پہ جھکتے ہی مرے سر کا یہ رتبہ ہو
کہ اس پر میرے رب کا فضل و رحمت سایہ گستر ہو
تمہاری ضو فشانی ، عطر بیزی کا یہ عالم ہو
جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو معطر ہو

آخری شعر میں ''**ضوفشانی**'' کی مناسبت سے ''**منور**'' اور ''**عطر بیزی**'' کی مناسبت سے ''**معطر**'' لاکر ''**صنعتِ لف ونشر مرتب**'' کا حسن پیدا کردیا ہے جس سے شعر کا معنوی آہنگ اوجِ کمال تک پہنچ گیا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں سے گذرنے پر خوشبو پھیل جانے والی مشہور روایت کی طرف اشارہ کرکے حضور احسن

العلماء کے شعری علو نے اس شعر کو صنعتِ تلمیح'' کا شاہ کار بھی بنادیا ہے۔

کہتے ہیں عشق بڑا غیرت مند ہوتا ہے۔ وہ ایک در پر جبیں سائی کرنے کے بعد کسی دوسرے در پر جانا گوارا نہیں کرتا۔ وہ سب کچھ اپنے محبوب کے قدموں میں تلاش کرتا ہے۔ چاہے کوئی کتنا ہی ترس جتا تا رہے وہ کبھی بھی منتِ غیر نہیں اٹھاتا۔ عشق کی یہی غیرت تو دراصل عشق کا زیور ہے، حُسن ہے، طاقت ہے، روح ہے۔ جان ہے۔ اگر یہ گم ہوجائے تو پھر عشق عشق نہیں رہ جاتا بازارِ ہوس بن جاتا ہے۔ حضور احسن العلماء کا عشق بڑا غیرت مند اور سچا ہے۔ ان کا قلب وروح محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہے۔ وہ اپنے سارے مصائب وآلام اور دکھ درد کا مداوا اسی بارگاہِ محمود کو سمجھتے ہیں۔ آپ کا عشقِ والہانہ بلالی سوز اور اویسی طرب کا حامل ہے۔ احسن العلماء کی وارفتگیِ شوق، خودسپردگی اور التجا کا انداز نشانِ خاطر کریں:

تمہارے ظلِ رحمت میں رہوں میں امن وراحت سے
میرے رب کی بھی رحمت میرے سر پر سایہ گستر ہو
مری دارین کی بگڑی بنادو اب مرے آقا
تمھیں سے آس ہے مجھ کو تمھیں تو میرے یاور ہو
نصیبہ جگمگا اٹھے مری قسمت چمک جائے
کرم گستر اگر مجھ پر بھی وہ ماہِ منور ہو

دنیا جانتی ہے کہ مجازی محبت کرنے والے بھی اپنے قول وفعل کو اپنے محبوب کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں اور محبوب کے دشمنوں سے نفرت کو لازم سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے عشقِ حقیقی کی لذتوں سے ہمکنار افراد تو اپنے محبوب کی ایک ایک ادا پر جان نچھاور کرنے کو سعادتِ سرمدی سمجھتے ہوں گے اور محبوب کے دشمنوں سے نفرت کو تمغۂ امتیاز — مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو ایمان ہے بلکہ جانِ ایمان ہے۔ لہٰذا آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں سے محبت اور ان کے گستاخوں سے نفرت یہ خوش عقیدگی کی علامت

ہے۔ احسن العلماء کی شعری جہت کا یہ ایک منفرد حصہ ہے کہ آپ کے ہاں جہاں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار یہ جگہ پاتا ہے وہیں دشمنانِ رسول کی مذمت بھی آپ کے اشعار میں دکھائی دیتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ منشاے قرآن ہے جس کی برہانِ ساطع مکمل سورۃ اللھب ہے۔ تصلب فی الدین خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا طرۂ امتیاز ہے اور احسن العلماء اسی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اس لیے ان کے شعروں میں بھی وہی ایمانی رنگ وآہنگ نظر آتا ہے:

وہ جن کے عدو پر ہے قہرِ الٰہی　　محبوں پہ دائم ہے رحمت خدا کی
ہیں حاضر یہاں جتنے بھی اہلِ سنت　　ہمیشہ ہو ان سب پہ رحمت خدا کی
صحابہ کی تعظیم عزت کی الفت　　رہیں اس پہ ہم اور دنیا سے جائیں
مے حبّ اصحاب اس میں بھری ہے　　روافض کو پھر اس سے کیوں کر پلائیں
صحابہ کا دشمن نبی کا ہے دشمن　　اسے کس طرح اپنا قائد بنائیں
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر　　ہم ان کی ثنا کی نہ کیوں گیت گائیں
شعارِ خدا اولیاے خدا ہیں　　تو کیوں کر نہ ہم ان کے ڈنکے بجائیں
خدا کا ہے دشمن عدو پنجتن کا　　تو کیوں کر ہم اسے محبت جتائیں
ہیں بے دین و بددین دشمن خدا کے　　تو ہم اتحاد ان سے کیوں کر جتائیں
اشداء علی الکفر ہے شانِ مومن　　تو کیوں کر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں

احسن العلماء قدس سرہٗ نے اولیاے کاملین علیہم الرحمۃ اور علماے اسلام کی شان میں مناقب کے نذرانے بھی پیش کیے ہیں۔ ان مناقب میں اپنے ممدوحین سے متعلق ان کی وارفتگی اور محبت کے جلوے جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ شعری وفنی محاسن سے لبریز ان مناقب میں عقیدت کی والہیت کے باوصف بے حد محتاط انداز نظر آتا ہے جو بڑا ہی پُرخلوص اور للّٰہیت سے بھرپور ہے۔ خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ چشتیت کے ساتھ ساتھ قادریت کا بھی گہوارہ ہے۔ قادری رنگ میں رنگے احسن العلماء نے اپنے ممدوح حضور سیدنا غوثِ اعظم

شیخ سید شاہ عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہٗ کی بارگاہِ عالیہ میں جو استغاثہ پیش کیا ہے وہ بڑا پُر درد اور عشق و عقیدت سے لبریز ہے۔ اس استغاثے میں موجود درد وغم کی لہریں ہمیں بھی کربیہ آہنگ سے دوچار کرتی ہے، عرض گزار ہیں:

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں — مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں — سن ہی لیجے اے مرے قطبِ زماں
ہو اِدھر چشمِ کرم پیرانِ پیر — آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر
واسطہ حسنین کا سن لیجیے — مشکلیں آسان میری کیجیے
آپ کو مولا علی کی ہے قسم — دور کردیجے مرے رنج و الم
کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں — آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں
شاہِ جیلاں وقت ہے امداد کا — در پہ آیا ہوں لگا کر آسرا
المدد یا غوثِ اعظم المدد — المدد یا قطبِ اکرم المدد
ہر طرف گھیرے ہیں اَشرار و شرور — دور فرمادیں اُنھیں اب تو حضور

درج بالا اشعار میں حضور احسن العلماء نے جس درد و کرب کے ساتھ بارگاہِ غوثیت مآب میں استغاثہ پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

چشم و چراغِ خاندانِ برکات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی شان میں لکھی گئی ایک منقبت میں حضور احسن العلماء کے زرنگار قلم کی کیسے کیسے حسین و جمیل گل بوٹے کھلائے ہیں وہ دیدنی ہیں۔ آپ نے اس منقبت میں اپنے ممدوحِ مکرم کا ایسی خوب صورت تصویر کشی کی ہے کہ قاری جمالِ جہاں آرا میں محو ہوجاتا ہے:

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا — آئینہ ہے حق نما احمد رضا
غوثِ اعظم مظہرِ شاہِ رسل — ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا
علم تیرا بحرِ ناپیدا کنار — ظلِ علم مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرتِ آلِ رسول — ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا

اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ — تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے — دی ہے گھٹّی میں پلا احمد رضا

خانقاہوں کی یہ روایت رہی ہے کہ بزرگوں کے اعراس کے موقع پر سروں پر گاگر اور چادر رکھ کر جلوس نکالے جاتے ہیں۔ اس دوران نعت و مناقب اور صاحبِ عرس کے فضائل و مناقب پر مبنی نظمیں جسے چادر اور گاگر سے معنون کیا جاتا ہے، خوش الحانی کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ حضور احسن العلماء قدس سرہٗ نے اس طرح کی بہت ساری نظمیں لکھی ہیں۔ جو ان کے ممدوحین سے متعلق بے پناہ عقیدتوں کی آئینہ دار ہیں۔ آپ نے عرس مبارک کی تقریب میں پڑھی جانے والی مختلف چادر اور گاگر کو ''مدائحِ مرشد'' کے نام سے مرتب بھی کیا ہے۔ ذیل میں حضور احسن العلماء کی مرقومہ گاگر سے چند اشعار نشانِ خاطر کریں، سلاست و روانی اور نغمگی و موسیقیت سے مملو یہ اشعار بڑے پر کیف ہیں:

یہ گاگر ہے حاجی میاں باخدا کی — نبی کے دلارے شہ باصفا کی
یہاں آ کے دیکھو ذرا قاسمی رنگ — یہ گاگر ہے قاسم میاں باضیا کی
چلو مے کشو قادری جام پی لو — لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی
یہ گاگر مے حبِ احمد سے پُر ہے — کہو تشنوں سے پیاس اپنی بجھائیں
نہ مارہرہ کیوں بقعۂ نور ہو آج — کہ ستھرے میاں کی ہیں پھیلی ضیائیں
گلِ حبِ زہرا و درِ نجف سے — چلو شاہِ قاسم کی گاگر سجائیں
یہ گاگر ہے خُم بادۂ سنیت کا — چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں

کسی بھی شاعر کی شعری جہت کا تعین کرتے وقت داخلی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ خارجی پہلوؤں کا جائزہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ اب تک ہم نے احسن العلماء کی شاعری میں عقیدے و عقیدت کے داخلی پہلوؤں کو دیکھ رہے تھے۔ اب آیئے ان کی شاعری میں ادبیت اور شعریت کے جمال کا تجزیہ کرتے چلیں۔ احسن العلماء کی شاعری میں شعری و فنی محاسن کی جلوہ گری بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آپ کے شعروں میں صنائع لفظی کے نجوم درخشاں

ہیں۔ بدائع معنوی کے آفتاب روشن ہیں۔ تراکیب کا نگار خانہ رقصاں ہے۔ محاکات اور پیکر تراشی کی تازہ کاری ہے۔ محاورات اور روزمرہ کا برمحل استعمال ہے۔ موزونیت الفاظ، نغمگی وموسیقت ہے اور تشبیہات واستعارات کا گہرا رچاؤ بھی۔

موزوں الفاظ کا انتخاب ہی اچھے شعر کے لیے کافی نہیں بلکہ ان کو سلیقے سے برتنا اور اس کا مناسب استعمال ہی شعر کو پُراثر اور حُسن کو دوبالا کرتا ہے۔ احسن العلماء جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کناں ہوتے ہیں تو الفاظ کے مناسب انتخاب کے ساتھ ساتھ ان کا شعورِ شعری ایسی تراکیب اُجالتا ہے جس میں وارفتگی اور شیفتگی کے جذبات نمایاں ہوتے ہیں اور قاری وسامع کو متاثر کرتے ہیں:

نصیبہ جگمگا اٹھے مری قسمت چمک جائے / کرم گستر اگر مجھ پر بھی وہ ماہِ منور ہو

'**جگمگا اٹھنا، قسمت چمک جانا، کرم گستر، ماہِ منور**' ایسی لفظیات ہیں جو تقدیسی شعری جہت کے لیے ایک کیف کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

احسن العلماء نے جن بحروں کا استعمال کیا ہے وہ اکثر مترنم اور نغمگی سے لبریز ہیں۔ آپ کے کلام کے مطالعے سے ان میں موجود **موسیقت** کی فضا کا ادراک قاری کو بآسانی ہوجاتا ہے۔

شاعری میں **موسیقت** کے ساتھ ساتھ **پیکر تراشی** کا بھی اپنا ایک مقام ہے جس سے شعری حُسن اوجِ کمال تک پہنچتا ہے۔ شعروں میں **لفظی تصویر کشی** دراصل **پیکر تراشی** یا **پیکریت** ہے۔ شعر خوانی کے وقت حواسِ خمسہ جب اپنی خصوصیات کو محسوس کرنے لگیں تو ایسے اشعار میں پیکر موجود ہوتے ہیں۔ حضور احسن العلماء کے چند شعر دیکھیں جن میں **سمعی، بصری، لمسی، مذوقی** اور **حرکی پیکر** ہمارے حواس کو متاثر کرتے ہیں:

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں / مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں / سن ہی لیجے اے مرے قطبِ زماں
ہو ادھر چشمِ کرم پیرانِ پیر / آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے / دی ہے گھٹّی میں پلا احمد رضا

چلو مے کشو قادری جام پی لو / لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی
نہ مارہرہ کیوں بقعۂ نور ہو آج / کہ ستھرے میاں کی ہیں پھیلی ضیائیں

درج بالا اشعار **لفظی مضوری** اور **شاعرانہ پیکر تراشی** کی خوب صورت تمثیلات ہیں جن میں انسان خود کو انھیں فضاؤں میں محسوس کرتا ہے اور اس کے سمعی، بصری، مذوقی، لمسی اور حسی حواسِ خمسہ براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔ وہ ان اشعار کی سماعت وقرأت سے شعر میں موجود تصویریت کے حسن اور منظر کشی کے جمال میں کھو سا جاتا ہے۔

احسن العلماء کے شعری محاسن میں **محاورات** اور **روزمرہ** کے انسلاکات کے ساتھ ساتھ دل کش استعارات اور نادر تشبیہات کی تازہ کاری بھی ہمیں اپنی گرفت میں لیتی ہے، محاورات کی جلوہ گری دیکھیے:

مرے دل سے گناہوں کا یہ سارا میل ڈھل جائے
اگر بارش تمہارے نور کی مجھ پہ بھی دم بھر ہو
زبانیں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر
مجھے اپنے صدقے میں عطا اک جامِ کوثر ہو
مری دارین کی بگڑی بنادو اب مرے آقا
تمھیں سے آس ہے مجھ کو تمھیں تو میرے یاور ہو

شعروں میں **استعارات** کا استعمال بڑی مہارت اور چابکدستی کا متقاضی ہوتا ہے۔ **استعارہ** کی کئی اقسام ہیں، جن میں ایک ''**استعارہ مرشحہ**'' بھی ہے جب شاعر کسی شعر یا کلام میں صرف **مستعار منہ** کے **مناسبات** کا ذکر کرے۔ احسن العلماء کا درج ذیل شعر دیکھیں:

نظر آتا ہے ڈوبتا اپنا بیڑا / مدد پہنچے للہ اب ناخدا کی

اس شعر میں 'زندگی' کا استعارہ 'بیڑا' سے کیا گیا ہے۔ لہٰذا لفظ '**بیڑا**' ڈوبنے کا مفہوم اور اس کی کیفیت **مستعار منہ** اور 'زندگی' **مستعار لہٗ** ہے۔ اس شعر میں '**بیڑا**' جو کہ **مستعار منہ** ہے کے مناسبات '**ناخدا**' اور '**مدد**' کا تذکرہ بھی ہے۔

اسی طرح حضور احسن العلماء کے کلام میں **تشبیہات** کی نادرہ کاری بھی ملتی ہے:

چہرۂ زیبا ترا احمدرضا　　آئینہ ہے حق نما احمدرضا

تشبیہ کی مثال کے طور پر پیش کیے گئے اس شعر میں 'چہرہ' مشبہ اور 'آئینہ' مشبہ بہ ہے جب کہ **'چمک'** اور **'تابانی'** وجہِ شبہ ہے، البتہ اس میں **حرفِ تشبیہ محذوف** ہے۔

احسن العلماء کی شعری جہتوں کے ساتھ فنی محاسن پیش کرتے ہوئے اب تک ہم نے ان کے داخلی محسوسات کے ساتھ خارجی محسوسات میں **'علم معانی'** اور **'علم بیان'** کے کچھ نمایاں عناصر کی جھلکیاں سپردِ قرطاس کی ہیں۔ واضح ہونا چاہیے کہ کسی بھی شاعر کی شعری جہتوں اور فنی محاسن کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے کلام میں موجود **'علم بدیع'** کی خوبیوں کا تذکرہ بھی لازمی تصور کیا جاتا ہے۔ احسن العلماء قدس سرہٗ کے کلام میں **'صنائع لفظی'** اور **'صنائع معنوی'** کا بڑا حسین وجمیل اور گہرا رچاؤ ملتا ہے۔

صنائع و بدائع شاعری کے حُسن و زیور ہیں۔ اس سے کلام میں حُسن اور لطف کی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ قدیم اردو کے شاعروں نے صنعتوں کا خاص التزام کر کے اپنے اشعار کو خوبصورت پیکر عطا کیے ہیں۔ ہمارے ممدوح احسن العلماء قدس سرہٗ کے یہاں صنائع و بدائع کی جلوہ گری کو تلاش کرتے ہوئے راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ آپ کے یہاں آمد ہی آمد ہے۔ صنائع و بدائع کے نقطۂ نظر سے حضور احسن العلماء کی شاعری کے محاسن میں **''صنائع معنوی اور صنائع لفظی''** دونوں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

صنائع معنوی: ظاہری طور پر معنویت پر منحصر صنعتوں کو صنائعِ معنوی کہتے ہیں، شعرا جب مختلف الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے اپنے کلام میں رنگا رنگ معنویت کو پیدا کرتے ہیں تو اُسے صنائع معنوی کہتے ہیں لیکن الفاظ کے بغیر معنوی صنعت کا وجود ممکن نہیں۔ **ایہام، مبالغہ، مراعاۃ النظیر، تضاد، تنسیق الصفات، لف ونشر مرتب وغیر مرتب، تلمیح، حُسنِ تعلیل** اور ہجو وغیرہ معروف **صنائعِ معنوی** ہیں۔

مراعاۃ النظیر: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں ایک لفظ کی رعایت سے اس کے مترادف الفاظ کا

استعمال کرتا ہے تو اسے مراعاۃ النظیر کہتے ہیں، اس کو تناسب بھی کہتے ہیں۔ مثلاً: برسات کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ بارش، بادل، گرج، چمک، بجلی وغیرہ کا ذکر بھی ہو یا چمن کا ذکر اس طرح ہو کہ پھول، پتی، شاخ، خوشبو وغیرہ کا بیان ہو، ہر صنفِ شاعری میں صنعت عام طور سے استعمال کی جاتی ہے۔ اس سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ حضور احسن العلماء کا یہ شعر دیکھیں:

یہ گاگر ہے خُم بادۂ سنیت کا　　چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں

اس شعر میں احسن العلماء نے **'گاگر'** کے **'خُم'** کو **'شرابِ معرفت'** سے تعبیر کیا ہے اور پھر اس کے مناسبات **'بادہ، ساغر، پینا اور پلانا'** یکجا کر دیا ہے۔

تشابہ اطراف: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں ابتدا کے لفظ کی مناسبتِ لفظی کو آخر میں لائے ،تو اسے صنعت تشابہ اطراف کہتے ہیں۔ احسن العلماء کا شعر:

نظر آتا ہے ڈوبتا اپنا بیڑا　　مدد پہنچے اللہ اب ناخدا کی

اس میں **'ڈوبتا'** کی مناسبت سے **'مدد'** اور **'بیڑا'** کی مناسبت سے **'ناخدا'** کے الفاظ لائے گئے ہیں۔

لف ونشر: وہ صنعت جس میں شاعر کسی شعر کے ایک مصرعے میں چند خیالات یا چیزوں کا ذکر کرتا ہے پھر دوسرے مصرعے میں چند اور خبریں بیان کرتا ہے جو پہلی چیزوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت اپنے منسوب الیہ سے مل جائے تو اس صنعت کو لف ونشر کہا جاتا ہے۔ یہ صنعت بھی کثیر الاستعمال اور عامۃ الورود ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: لف ونشر مرتب اور لف ونشر غیر مرتب۔

لف ونشر مرتب: اس میں دونوں مصرعوں میں خیالات واشیا کے مناسبات ترتیب میں ہوتے ہیں۔ کلام احسن العلماء سے لف ونشر مرتب کی مثال پیش ہے:

تمہاری ضوفشانی، عطر بیزی کا یہ عالم ہو　　جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو معطر ہو

اس شعر میں **''ضوفشانی''** کی مناسبت سے **''منور''** اور **''عطر بیزی''** کی مناسبت سے **''معطر''** لا کر **''صنعتِ لف ونشر مرتب''** کا حُسن پیدا کر دیا ہے جس سے شعر کا معنوی آہنگ اوجِ کمال تک پہنچ گیا ہے۔

تلمیح: مذہبی، تاریخی، سماجی، ثقافتی وغیرہ روایات وواقعات میں سے کسی ایک واقعہ یا قصہ کی طرف شعر میں اشارہ کرنا تلمیح ہے۔ مذہبی شاعری میں صنعتِ تلمیح کے بغیر شعر میں وقار اور علمیت برپا ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی شعری حُسن اور مضمون آفرینی کے جلوے بکھر سکتے ہیں۔

صنعتِ تلمیح کے استعمال کا تعلق شاعر کے علم وفضل سے بھی ہے۔ وہ شعرا جنھیں فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر علومِ دینیہ پر دسترس حاصل ہے اُن کے کلام میں تلمیحات کا رنگا رنگ اور گہرا علمی رچاو ملتا ہے۔

اوپر لف ونشر مرتب کے تحت پیش کیا گیا شعر صنعتِ تلمیح کی بہترین اور عمدہ مثال ہے۔ جس سے احسن العلماء کا علمی وقار اور احادیث وسیرت پر دسترس کا پتا چلتا ہے۔ شعر میں آقا کریم صلی اللہ علیہ سلم سے گلیوں سے گزرتے ہوئے خوشبوؤں کا محسوس کیے جانے والے تاریخی واقعات کا اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح احسن العلماء کا یہ شعر:

اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ   تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا

خالص خانوادۂ برکات اور دنیاے سنیت کے لیے ایک تاریخی واقعے پر مشتمل ہے جس میں شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب کی طرف سے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کو **خاندانِ برکات کا چشم وچراغ** کہنے کو نظم کیا گیا ہے، یہ شعر بھی تلمیح کی مثال ہے۔

حُسنِ تعلیل: جب شاعر کسی واقعے کا وہ سبب بیان کرے جو اصلاً اس واقعے کا سبب نہ ہو تو اس کو صنعتِ حُسنِ تعلیل کہتے ہیں۔ شعرا و ادبا حُسنِ تعلیل کو شاعری کی جان مانتے ہیں۔ شاعر کی قوتِ متخیلہ اشیاے کائنات کی حقیقی علل سے ہٹ کر ان کے لیے نت نئی علتیں تراشتی ہے جس سے کلام میں لطف وتاثیر اور کیف پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ احسن العلماء کے کلام سے مثالیں نشانِ خاطر کریں:

نہ مارہرہ کیوں بقعۂ نور ہو   کہ ستھرے میاں کی ہیں پھیلی ضیائیں

اس شعر میں بہ ظاہر عرس کے موقع پر گلیوں، کوچوں اور اطراف وجوانب میں چراغاں کیے جانے کی وجہ سے مارہرہ مطہرہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے لیکن احسن العلماء نے اس کی وجہ یہ بیان

فرمائی ہے کہ یہ سب حضرت ستھرے میاں کی ضیائیں پھیلی ہوئی ہیں۔ حُسنِ تعلیل کا ایک اور شعر دیکھیں:

وہابی نہ کیوں کر کہے شرک وبدعت   کہ اس پر تو آرہ چلاتی ہے گاگر

منکرینِ عرس یعنی وہابی عرسوں اور خانقاہوں میں ہونے والی رسموں کو شرک وبدعت کیوں کہتے ہیں؟ اس کا سبب بیان کرتے ہوئے احسن العلماء لکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر یہ گاگر آرا چلاتی ہے یعنی ان کو اس سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ ان مراسم کو شرک وبدعت کہتے ہیں ورنہ تو کوئی دوسری وجہ نہیں۔

حُسنِ تعلیل میں ایک یہ بھی ہے کہ کوئی امر واقعۃً نہ ہو اس کے لیے کوئی علت ثابت کی جائے چاہے وہ ممکن ہو چاہے محال، شعر دیکھیں:

نعرۂ شیرانہ جب گونجا ترا   قلبِ نجدی پھٹ گیا احمد رضا

قلب کا پھٹ جانا کوئی امرِ واقعی نہیں ہے لیکن احسن العلماء نے اس امرِ غیر واقعۃً کی علت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے نعرۂ شیرانہ کو ٹھہرایا ہے۔

تضاد: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہوں تو اسے صنعتِ تضاد کہتے ہیں۔ اس صنعت کو تکافو، طباق اور مطابقت بھی کہتے ہیں۔ یہ صنعت شاعری میں بہ کثرت استعمال ہوتی ہے اور اس کی علماے بلاغت نے کئی قسمیں بیان کی ہیں۔ حضور احسن العلماء کے یہاں تضاد کی مثالیں نشانِ خاطر کریں:

نصیبہ جگمگا اٹھے مری قسمت چمک جائے   کہ اُسکے فضل سے تم عالمِ ہر خشک ہو تر ہو

(خشک/تر باہم ضد ہیں)

اور کرلیں پھر مجھے اپنا غلام   خدمتیں لیں مجھ سے اپنی صبح وشام

(صبح وشام باہم ضد ہیں)

بڑی شان سے دیکھو آتی ہے گاگر   درِ شاہِ قاسم پہ جاتی ہے گاگر

(آتی/جاتی میں فعل کا تضاد ہے)

از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری ملک ہیں آقا
ہوتم پیارے ملیکِ الملک کے اورہم سب کے افسر ہو
(از/تا میں حرف کا تضاد ہے)

تنسیق الصفات: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں کسی کا ذکر صفاتِ متواتر سے کرے تو اسے صنعتِ تنسیق الصفات اور تواتر کہتے ہیں۔اس صنعت پر مشتمل حضور احسن العلماء کے چند اشعار خاطر نشین ہوں :

شرف حاصل ہے تم کو ساری مخلوقِ الٰہی پر
نبیوں اور رسولوں کے بھی آقا تم تو سرور ہو
تمہارا حکم ہے جاری و ساری سارے عالم میں
نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائبِ خلاقِ اکبر ہو
از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری مِلک ہیں آقا
ہوتم پیارے ملیکِ الملک کے اورہم سب کے افسر ہو

ان اشعار میں رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ کا بڑی خوب صورتی کے ساتھ ذکرِ خیر کیا گیا ہے۔ دوسرے شعر میں **'جاری'** اور **'ساری'** کے استعمال سے **تجنیس مضارع** اور تیسرے شعر میں **'ملک'** اور **'الملک'** سے **تجنیسِ مذیل** کا حُسن پیدا ہو گیا ہے۔

مقابلہ: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں اولاً دو یا دو سے زائد معنوں کو بیان کرے اور ان میں تضاد کا تعلق بھی نہ ہو پھر ترتیب وار ان کے مقابل کا ذکر کرے، جیسے:

وہ جن کے عدو پر ہے قہرِ الٰہی — محبوں پہ دائم ہے رحمت خدا کی

احسن العلماء کے اس شعر میں 'عدو' اور 'قہر' پہلے مصرعہ میں جمع ہوئے ہیں جب کہ ان میں تضاد کا تعلق بھی نہیں ہے پھر اس کے بعد **'عدو'** کے مقابل **'محب'** اور **'قہر'** کے مقابل میں **'رحمت'** کا ذکر کیا گیا ہے۔

جمع: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں دو یا زیادہ چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرتا ہے تو اُسے

صنعتِ جمع کہتے ہیں۔احسن العلماء کا شعر:

ہیں بے دین و بد دین دشمن خدا کے — تو ہم اتحاد ان سے کیوں کر جتائیں

'بے دین' اور **'بد دین'** کو **'دشمنِ خدا'** ہونے کے حکم میں **جمع** کر دیا گیا ہے۔

تقسیم: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں چند چیزوں کا اس طرح ذکر کرے کہ ہر ایک چیز کو اس کے منسوبات پر بقیدِ تعین تقسیم کردے ۔ احسن العلماء کے کلام سے ایک خوب صورت مثال:

گلِ حبِّ زہرا و دُرِّ نجف سے — چلو شاہِ قاسم کی گاگر سجائیں

اس شعر میں **'گل'** کو **'حبِّ زہرا'** اور **'نجف'** اور **'گاگر'** کو **'شاہِ قاسم'** کے حصے میں متعینہ طور پر **تقسیم** کردیا گیا ہے۔

تعجب: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں کسی ایسی بات کو بیان کرے جس سے تعجب کا اظہار ہو اُسے صنعتِ تعجب کہتے ہیں۔احسن العلماء کا شعر:

عجب رنگ دل پر جماتی ہے گاگر — مے عشقِ احمد پلاتی ہے گاگر

اس میں گاگر کی قدر و منزلت بڑھانے کے لیے اس پر اظہارِ تعجب کیا گیا ہے۔

صنائعِ لفظی: وہ صنعتیں جن میں منفرد الفاظ کا ہنرمندی سے استعمال کیا جائے صنائعِ لفظی کہلاتی ہیں۔**تجانیس، ایک یا زائد لفظوں کا استعمال، سجع، تلمیع، اقتباس، ردالعجز، مسمط، تاریخ گوئی، نقطوں یا بغیر نقطوں کی صنعت** اور **معمّا** وغیرہ معروف صنائعِ لفظی ہیں۔

تجنیس: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں ایسے دو لفظوں کا استعمال کرے جو تلفظ میں یک ساں اور معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں تو اسے صنعتِ تجنیس کہتے ہیں۔صنائعِ لفظی میں صنعتِ تجنیس کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔صنعتِ تجنیس کی متعدد قسمیں ہیں۔

تجنیس مضارع: جب شاعر کسی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جو تلفظ میں یکساں ہوں لیکن بعض حروف مختلف اور قریب المخرج ہوں تو اسے صنعتِ تجنیسِ مضارع کہتے ہیں، کلامِ احسن العلماء سے تجنیسِ مضارع کی نہایت عمدہ مثالیں:

ہے برکاتی ساگر تو بغدادی ساغر　　شراب اس میں حُبِّ حبیبِ خدا کی

(’ساگر‘ اور ’ساغر‘ مختلف الحروف اور قریب المخرج ہیں)

تمہارا حکم ہے جاری و ساری سارے عالم میں　　نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائبِ خلاقِ اکبر ہو

(’جاری‘ اور ’ساری‘ مختلف الحروف لیکن قریب المخرج ہیں)

تجنیس زائد: جب شاعر کسی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جن میں ایک حرف کی کمی یا بیشی ہو تو اسے صنعتِ تجنیسِ زائد کہتے ہیں۔ اسے تجنیس مطرّف اور ناقص بھی کہتے ہیں۔ اوپر تجنیسِ مضارع کے تحت پیش کیے گئے پہلے شعر کے مصرعۂ ثانی میں ’حب‘ اور ’حبیب‘ میں تجنیس زائد کی جلوہ گری ہے۔

تجنیس مذیّل: جب شاعر کسی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرے جن میں سے ایک میں دو حرف زائد ہوں تو اسے صنعتِ تجنیسِ مذیّل کہتے ہیں۔ مثلاً:

از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری مِلک ہیں آقا
ہو تم پیارے ملیک الملک کے اور ہم سب کے افسر ہو

احسن العلماء کے اس شعر میں ’مِلک‘ اور ’الملک‘ میں تجنیسِ مذیل کی جلوہ گری ہے۔

تجنیس قلب یا مقلوب: جب شاعر کسی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جو صوتی ترتیب اور معنوں میں جدا ہوں لیکن جن کی تقلیب سے ایک سے دوسرے کے معنی حاصل ہوں تو اسے صنعتِ تجنیسِ قلب یا مقلوب کہتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ احسن العلماء کے کلام سے ”قلبِ بعض“ اور ”قلبِ مکرر“ کی مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

قلبِ بعض: جب شاعر کسی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جن میں الفاظ کے بعض اجزا کی تقلیب ہوتی ہے اور ایک سے دوسرے کے معنی حاصل ہوتے ہیں تو اسے صنعتِ تجنیسِ قلبِ بعض کہتے ہیں۔ مثال:

وہ سنت کے حامی وہ بدعت کے ماحی　　یہ گاگر ہے ان مہدیِ باخدا کی

احسن العلماء کے اس شعر میں ’حامی‘ اور ’ماحی‘ میں تجنیسِ قلب بعض ہے۔

قلبِ مکرر: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں قلبِ کل یا قلبِ بعض کے الفاظ کو پاس پاس بیان کرے تو اسے صنعتِ تجنیس قلبِ مکرر کہتے ہیں، احسن العلماء کا یہ شعر دیکھیں:

جو علم و عمل میں ہیں فخرِ اماثل　　یہ گاگر ہے ان قدوۃ الاولیاء کی

اس میں ’علم‘ اور ’عمل‘ صنعتِ تجنیس قلب بعض کے الفاظ ہیں، اس شعر میں ان کا استعمال بالکل پاس پاس ہوا ہے لہٰذا یہ صنعتِ تجنیس قلب مکرر ہوئی۔

تجنیسِ لاحق: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرے جس میں طرفین کا ایک حرف بالکل مختلف ہو، بہ طورِ مثال احسن العلماء کا ایک شعر:

قطبِ دوراں اب مدد کا وقت ہے　　بخت برگشتہ ہے منزل سخت ہے

(’بخت‘ اور ’سخت‘ میں ایک ایک حرف مختلف ہیں)

اشتقاق: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں ایک اصل کے ہم معنی الفاظ یا معنوی ہم آہنگی رکھنے والے ایک ہی مشتق کے مختلف الفاظ استعمال کرے تو اسے صنعتِ اشتقاق کہتے ہیں۔ مثلاً:

یہ گاگر ہے خُم بادۂ سنیت کا　　چلو اس کے ساغر پئیں اور پلائیں

(احسن العلماء کے اس شعر میں ’پئیں‘ اور ’پلائیں‘ میں اشتقاق ہے)

شبہِ اشتقاق: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو باہم مشابہ ہوں مگر اصل مادہ اور معنی مختلف ہوں۔ کلامِ احسن العلماء سے نہایت عمدہ مثال:

چلو مے کشو قادری جام پی لو　　لگی ہے سبیل آج قاسم پیا کی

احسن العلماء کے اس شعر میں ’پی‘ اور ’پیا‘ باہم مشابہ نظر آتے ہیں لیکن یہ الفاظ اصل مادہ اور معنی کے لحاظ سے مختلف ہیں، کیوں کہ ’پی‘ کا مادہ پ، ی، ن ہے جب کہ ’پیا‘ کا مادہ پ، ی، الف ہے ’پی‘ پینا سے فعلِ امر ہونا ظاہر ہے جب کہ ’پیا‘ سے مراد محبوب و معشوق ہے۔

تضمین مزدوج: جب شاعر کسی شعر یا کلام میں ہم وزن اور مقفا لفظ کسی بھی مقام پر نظم کرے تو اسے صنعتِ تضمین مزدوج کہتے ہیں۔ شعر دیکھیں:

تمہارا حکم ہے جاری وساری سارے عالم میں نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائبِ خلاقِ اکبر ہو

(’جاری‘ اور’ساری‘ ہم آواز اور مقفا ہیں)

ترصیع: جب شاعر دونوں مصرعوں یا فقروں میں تمام الفاظ ترتیب وار یکے بعد دیگرے ہم وزن یا ہم قافیہ استعمال کرتا ہے تو اسے صنعتِ ترصیع یا مرصع کہتے ہیں۔ جیسے:

جب	بھی	کوئی	مرحلہ	آ کر	پڑا
تو	نے	عقدہ	حل کیا	احمد	رضا

اسی صنعت کی اور بہترین اور عمدہ مثال احسن العلماء کے اس شعر میں خاطر نشین کریں:

محمد ﷺ	آبروے	موموناں	ہیں
محمد ﷺ	بادشاہِ	مرسلاں	ہیں

تلمیع: جب شاعر کسی شعر میں کسی دوسری زبان کے لفظ کا استعمال کرتا ہے تو اسے صنعتِ تلمیع کہتے ہیں۔ اس صنعت کے برمحل استعمال کے لیے تبحرِ علمی کی ضرورت ہے۔ اردو زبان کا عام شاعر اس کو برت نہیں سکتا۔ بعض قدیم وجدید شعرا کے یہاں اس صنعت کا بڑی خوب صورتی اور دل کشی سے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

اشداء علی الکفر ہے شانِ مومن تو کیوں کر نہ ہم نجدیوں کو جلائیں

اس میں اشداء علی الکفر سے آیت کریمہ اشداء علی الکفار کی طرف اشارہ ہے، مزید ایک شعر:

وہابی سے کہہ دو کہ ہے عرس سنت علی رأسِ حولٍ اسے ہم سنائیں

اس میں بھی ’**علی رأسِ حولٍ**‘ حدیث پاک کا ٹکڑا ہے۔ یہ دونوں شعر **صنعتِ اقتباس یا عقد**“ کی بھی مثال ہیں۔ جن میں شاعر کسی شعر میں کوئی آیت یا حدیث اس طرح استعمال کرتا ہے کہ اس کے اصل الفاظ اپنے سیاق میں نہ رہیں۔

قطع: جب شاعر کسی نظم یا نثر میں کسی مخصوص حرف کا استعمال نہ کرے تو اسے صنعتِ قطع کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اگر وہ ”**الف**“ کا استعمال نہ کرے تو اسے ”صنعتِ **قطع**

الالف“ کہیں گے اور اگر ”**میم**“ کا استعمال نہ کرے تو اسے ”**صنعتِ قطع المیم**“ کہیں گے۔

احسن العلماء کی شعری جہتوں کے ساتھ ساتھ فنی محاسن کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ کی زنبیلِ شاعری میں دو ایسے کلام ملتے ہیں جن میں آپ کے زرنگار قلم نے حرف ”**طا**“ کا استعمال نہیں کیا ہے۔ اس طرح آپ نے بڑی ادیبانہ مہارت سے ”**صنعتِ قطع الطاء**“ کو برتا ہے۔

حضور احسن العلماء نے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی شان میں ”**آئینۂ حق نما**“ عنوان سے **۱۲/ اشعار** پر مشتمل ایک بڑی پیاری، سلیس اور رواں دواں منقبت لکھی ہے، اس پوری منقبت میں کہیں بھی آپ نے حرف ”**طا**“ کا استعمال نہیں کیا ہے، مطلع دیکھیں:

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا آئینہ ہے حق نما احمد رضا

آپ ہی کی ایک نظم بہ عنوان ”گاگر“ ہے جس کا مطلع ہے:

چلو باوضو سر پہ گاگر کو لائیں درِ شاہِ قاسم پہ جا کر چڑھائیں

۳۵/ اشعار پر مشتمل اس نظم میں کہیں بھی حرف ”**طا**“ کا استعمال نہیں کیا گیا ہے، اس طرح آپ نے ”**صنعتِ قطع الطاء**“ کو بڑی خوش اسلوبی سے برتا ہے۔ جو آپ کی قادر الکلامی کو عیاں کرتا ہے۔

فوقانیہ: جب شاعر کسی نثر/نظم/مصرعے یا شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرے جس میں نقطے لفظ کے اوپر ہوں، اسے صنعتِ فوق النقاط بھی کہتے ہیں۔ احسن العلماء کا مصرعہ دیکھیے:

ع کہ اس کے فضل سے تم عالمِ ہر خشک وہر تر ہو

تحتانیہ: جب شاعر کسی نثر/نظم/مصرعے یا شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرے جس میں نقطے لفظ کے نیچے ہوں، اسے صنعتِ تحت النقاط بھی کہتے ہیں۔ احسن العلماء کا مصرعہ دیکھیے:

ع مے حبِّ اصحاب اس میں بھری ہے

حاصلِ کلام: حضور احسن العلماء کی شعری جہتیں اور فنی محاسن بڑے خاصے کے ہیں۔ آپ کے کلام میں عقیدت وعقیدت کی جلوہ ریزیاں تو موجود ہیں ہی ساتھ میں شعریت و ادبیت کی شیرینی اور مٹھاس کلام کو ایک کیف عطا کرتی ہے۔ آپ کے کلام میں سلاست و روانی، طہارت و پاکیزگی، جذبہ وتخیل، عشق ومحبت، ادب و احترام، جدت وندرت،

محاورات ومحاکات، پیکر تراشی ، استعارات ،تشبیہات ،تراکیب اور صنائع لفظی ومعنوی کا گہرا رچاؤ پایا جاتا ہے ۔آپ کی شاعری میں داخلی محسوسات کے جلو میں خارجی محسوسات کی دل کش پرچھائیاں ہمارے قلب وروح کو صیقل ومجلّا کرتی ہے ۔آپ کا کلام خود آ گہی ، کائنات آ گہی اور خدا آ گہی کے آفاقی تصورات سے ہم رشتہ ہے ۔ آپ کے یہاں قلبی واردات کا اظہار یہ تصنع وتکلف اور ہر قسم کی بناوٹ سے پاک وصاف ہے ۔ جذبات و احساسات کے بیان میں صداقت اور سچائی بھی ہے اور خلوص وللّٰہیت بھی ۔آپ کا شعر شعر زبان وبیان کا اعلیٰ مروع ہے جس میں اسلوب کی سادگی بھی ہے اور طرزِ ادا کی رنگینی بھی ۔ مختصر یہ کہ حضور احسن العلماء کا کلام ہر قسم کے شعری وفنی محاسن سے آراستہ ومزین ہے جو کہ محض شعری حسن وخوبی کے اظہار کے لیے نہیں قلم بند کیے گئے بلکہ اپنے آقاؤں کی مقدس ترین بارگاہوں میں مؤدبانہ نذرانۂ عقیدت کے طور پر احسن العلماء کے نوکِ قلم نے قرطاس پر بکھیرے ہیں۔

......☆☆☆......

(اس مضمون کی تیاری میں یادِ حسن،از: سید محمد اشرف میاں مارہروی، فرہنگِ ادبیات: سلیم شہزاد، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے سیدین نمبر اور اہل سنت کی آواز کے مختلف شماروں سے مدد لی گئی ہے)

......☆☆☆......

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی
9021761740
www.mushahidrazvi.com